



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

عوامی مقامات اور گزر گاہوں کے حقوق: جدید ماحولیاتی سائنس اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک خصوصی مطالعہ

*Rights of Public Spaces and Thoroughfares: A Special Study in the Light of Modern
Environmental Science and Prophetic Teachings* ﷺ

Muhammad Kashif Uzair M.Phil. Scholar

Department of Islamic Studies The Superior University Lahore, Pakistan

Email: akashif5340@gmail.com

Hafiz Ejaz Ahmad

Department of Islamic Studies Ph.d Scholar The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Email: roomimalik219@gmail.com

Muhammad Adnan

Department of Islamic Studies Ph.d Scholar The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

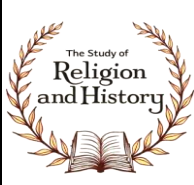
Email: madankhurshedi786@gmail.com

Abstract

"وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا" And cause not corruption upon the earth after its reformation The 1". earth is a divine trust. Its ecological balance has been intricately woven by the Creator, demanding human stewardship rather than exploitation. The Prophet Muhammad (PBUH) deeply embedded this ethos into the daily lives of his companions, famously declaring the removal of harm from pathways—*imaatah al-adha*—as a definitive branch of faith. This profoundly elevated municipal cleanliness to an act of spiritual devotion. Today, rapid and unregulated urbanization has triggered severe environmental degradation across the globe. Shared public spaces and thoroughfares now suffer from relentless encroachments, toxic vehicular emissions, and overwhelming noise pollution. Such rampant urban decay threatens both biological stability and human psychological well-being. Looking at these challenges, this study critically analyzes the intersection of classical Islamic jurisprudence with modern environmental science. Through a qualitative examination of primary Islamic texts, the research highlights foundational concepts like *Haqq al-Tariq* (rights of the pathway), *Hima* (protected ecological reserves), and the absolute prohibition of public harm. These historical principles map remarkably well onto contemporary models of sustainable urban planning. Modern metropolitan crises clearly cannot be resolved through rigid secular legislation alone. The insights gathered here indicate that authentic environmental conservation requires an internal moral awakening. Citizens must be guided to view the preservation of public goods as an inescapable religious duty. Ultimately, merging Islamic eco-theology with modern urban infrastructure planning offers a highly effective, sustainable roadmap for restoring harmony to our collective living spaces.

Keywords: Public Spaces, Islamic Eco-Theology, Urban Planning, *Haqq al-Tariq*, Environmental Sustainability, Civic Ethics.

تعارف



کائنات کا ذرہ ذرہ ایک کڑے اور محتاط توازن کا پابند ہے۔ خالق کائنات نے زمین و آسمان کی وسعتوں کو محض مادی عناصر کا ڈھیر نہیں بنایا۔ انہیں ایک ایسی لطیف ہم آہنگی عطا کی گئی ہے جو عقل انسانی کو دنگ کر دیتی ہے۔ انسان کو اس کارگاہ حیات میں مطلق العنان حکمران یا فاتح بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اسے خلافت کا منصب عطا ہوا ہے۔ خلیفہ کا بنیادی کام مالک حقیقی کے وضع کردہ اس توازن کی حفاظت کرنا ہے۔ زمین کے تمام وسائل ایک امانت ہیں۔ ان وسائل کا بے دریغ استعمال اور استحصال کسی بھی صورت جائز نہیں ہے۔

قرآن حکیم اس کائناتی عدل اور تکوینی توازن کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کرتا ہے:

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴿١﴾ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ

"اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور توازن قائم کر دیا۔ تاکہ تم توازن میں حد سے تجاوز نہ کرو۔" 2

یہاں بیان کردہ میزان محض منڈیوں میں ناپ تول کا ترازو نہیں ہے۔ یہ وہ کائناتی عدل ہے جس پر نظام ہستی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ انسان کی مداخلت جب اس توازن کو بگاڑتی ہے تو زمین کا ماحولیاتی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ انسان فطرت کے مظاہر کو دیکھتا ہے۔ ان سے نفع اٹھاتا ہے۔ بسا اوقات وہ ان کی اصل غایت اور ان کے خالق کی صنای کو فراموش کر دیتا ہے۔ کائنات کے ان بکھرے ہوئے مظاہر پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے اردو کے مایہ ناز شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب کہتے ہیں:

سبزہ گل کہاں سے آئے ہیں

ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے 3

جدید مشینی دور نے انسان کو اس فطری حسن سے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ صنعتی انقلاب کے بعد شہروں کی جانب آبادی کے بے ہنگم سیلاب نے زمین کی قدرتی ہیئت کو مسخ کر دیا ہے۔ ہر طرف کنکریٹ کے جنگل اگ آئے ہیں۔ وہ کھلی فضا کی، عوامی گزرگاہیں اور سایہ دار مقامات ماضی میں انسان کے سماجی اور نفسیاتی سکون کا مرکز ہو کر تھے۔ آج یہ تمام مقامات آلودگی، شور اور تجاوزات کے قبضے میں ہیں۔ یہ بحران محض ایک انتظامی ناکامی نہیں ہے۔ یہ ایک گہرا روحانی اور اخلاقی زوال ہے۔ انسان نے اپنے ارد گرد موجود کائنات کو امانت سمجھنے کے بجائے اسے مادی ہوس کا نشانہ بنا لیا ہے۔

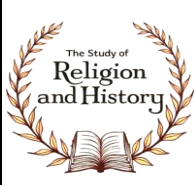
ماحولیاتی سائنس آج جن خطرات کی نشاندہی کر رہی ہے، تعلیمات نبوی ﷺ نے چودہ صدیاں قبل ان کا نہایت گہرا ادراک پیش کر دیا تھا۔ ان مسائل کا مستقل تدارک بھی مہیا کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عوامی مقامات اور گزرگاہوں کو حقوق العباد کا حساس ترین دائرہ قرار دیا ہے۔ ان حقوق کی پامالی انسان کو روبرو قیامت مجرم کی حیثیت سے کھڑا کرے گی۔ عوامی مقامات کی صفائی کو نصف ایمان کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ تصور میونسپل قوانین کو ایک خشک ریاستی ضابطے کے بجائے ایک روحانی فریضے میں تبدیل کر دیتا ہے۔

عوامی مقامات اور گزرگاہوں کا مفہوم

عربی لغت میں عوامی مقامات کے لیے عموماً 'مرافق عامہ' کی اصطلاح رائج ہے۔ لفظ مرافق، مرفق یا مرفق کی جمع ہے۔ اس کا بنیادی مادہ (ر، ف، ق) ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس مادے کے اندر نرمی، سہولت اور نفع بخش ہونے کا گہرا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مشہور لغوی عالم ابن منظور افریقی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الرِّفْقُ: لَيْنُ الْجَانِبِ... وَالْمَرْفَقُ: مَا انْتَفَعَ بِهِ

"رفق کے معنی پہلو کی نرمی کے ہیں... اور مرفق ہر وہ چیز ہے جس سے نفع حاصل کیا جائے۔" 4



اس لغوی پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ عوامی مقامات وہ ہیں جن کی بنیاد ہی انسانوں کو راحت، آسانی اور فائدہ پہنچانے پر رکھی گئی ہو۔ کوئی فرد جب ان مقامات پر قبضہ کر کے تنگی پیدا کرتا ہے تو وہ اس جگہ کی اصل لغوی اور طبعی غایت کو قتل کر دیتا ہے۔ آلودگی پھیلانا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ اس عمل سے عوامی مفاد ذاتی ہوس کی بھیٹ چڑھ جاتا ہے۔

گزر گاہ کے لیے طریق کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کا مادہ (ط، ر، ق) ہے۔ لغت عرب میں اس کے معنی ضرب لگانے یا پاؤں سے روندنے کے ہیں۔ علامہ ابن فارس زبان کی اس باریکی کو یوں بیان کرتے ہیں:

الطَّاءُ وَالرَّاءُ وَالْقَافُ أَصْلٌ صَحِيحٌ يَدُلُّ عَلَى الضَّرْبِ... وَمِنْهُ الطَّرِيقُ، لِأَنَّ الْمَاءَ تَطَرَّفُهُ بِأَرْجُلِهَا

"ط، ر، ق ایک صحیح مادہ ہے جو ضرب (مارنے) پر دلالت کرتا ہے... اور اسی سے طریق (راستہ) ہے، کیونکہ گزرنے والے اسے اپنے پیروں سے روندتے

ہیں۔" 5

فقہ اسلامی نے ان مقامات کی قانونی حیثیت کو انتہائی باریکی بنی سے طے کیا ہے۔ فقہاء شارع عام کو ملکیت عامہ یا الاملاک العامہ کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ وہ مقامات ہیں جن میں ہر شہری کا حق انتفاع برابر ہوتا ہے۔ فقہ حنفی کے نامور فقہ امام ابو بکر الکاسانی منافع مشترکہ کی حدود بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کی حاجت معاشرے کے تمام افراد کو یکساں ہوتی ہے۔ شریعت کسی ایک شخص کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ انہیں اپنی ذات کے لیے مخصوص کر لے۔ ایسا کرنے سے دوسرے لوگ تکلیف اور مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ 6

جدید ماحولیاتی سائنس اور معاشیات کی زبان میں ان مقامات کو مشترکہ عوامی اثاثے کہا جاتا ہے۔ ان اثاثوں کی دو بنیادی سائنسی خصوصیات تسلیم کی گئی ہیں۔ اول، کسی بھی شہری کو ان کے استعمال سے روکا نہیں جاسکتا۔ دوم، ایک شخص کا سڑک یا پارک کو استعمال کرنا دوسرے شخص کے لیے اس کی افادیت کو کم نہیں کرتا۔ ماحولیاتی سائنس کھلی جگہوں اور گزرگاہوں کو شہر کے پھیپھڑے قرار دیتی ہے۔ یہ مقامات فضا سے کاربن کو جذب کرتے ہیں۔ بدلے میں یہ شہریوں کو خالص آکسیجن فراہم کرتے ہیں۔ ان مقامات کا سکڑنا دراصل شہر کی سانسوں کا اکھڑنا ہے۔

شہری زندگی میں عوامی مقامات کی اہمیت:

انسان تنہائی کا قیدی ہو کر زندہ رہ سکتا۔ انسانی بقا کے لیے سماجی رابطے، باہمی تبادلہ خیال اور معاشی سرگرمیاں ناگزیر ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے کھلی فضا میں درکار ہوتی ہیں۔ شہروں کے اندر عوامی مقامات وہ شریانی ہیں۔ ان شریانوں کے ذریعے معاشرتی زندگی کا خون گردش کرتا ہے۔ ان کے بند ہونے سے معاشرتی موت واقع ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشری اور سماجی حیثیت کو نہایت صراحت سے واضح کیا ہے۔ ان کے عوامی مقامات اور بازاروں میں چلنے پھرنے کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ مکہ کے مشرکین کو اس بات پر حیرت تھی کہ رسول اللہ ﷺ ایک عام انسان کی طرح بازاروں میں کیوں جاتے ہیں۔ قرآن نے اسے انسانی معاشرت کا لازمی تقاضا قرار دیا:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ

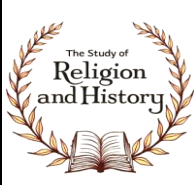
"اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے، بے شک وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔" 7

یہ آیت اس بات کی عکاس ہے کہ بازار، راستے اور عوامی چوک تہذیب کا مرکز ہوتے ہیں۔ جدید شہری عمرانیات بھی اب اسی حقیقت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ بیسویں صدی میں شہروں کو محض گاڑیوں کی دوڑ کے لیے ڈیزائن کیا جانے لگا۔ پیدل چلنے والوں کے حقوق غصب کر لیے گئے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں نفسیاتی گھٹن پیدا ہوئی۔ جرائم نے تیزی سے جنم لیا۔ مغربی عمرانیات کے ماہرین نے شہری منصوبہ بندی کے اس بے روح اور مشینی تصور کو بعد ازاں سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

5 القزويني، احمد بن فارس بن زكريا۔ معجم مقاييس اللغة۔ دمشق: دار الفكر، 1979ء، 3: 399

6 الكاساني، ابو بكر بن مسعود۔ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع۔ بيروت: دار الكتب العلمية، 1986ء، 6: 189

7 الفرقان، 25: 20



انہوں نے واضح کیا کہ سڑکیں اور ان کے فٹ پاتھ کسی بھی شہر کے حیاتیاتی اعضاء ہیں۔ جب کسی شہر کا تصور کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کی سڑکیں ذہن میں آتی ہیں۔ اگر شہر کی سڑکیں پر رونق اور دلچسپ ہوں تو شہر زندہ محسوس ہوتا ہے۔ سڑکیں بے رونق ہو جائیں تو پورا شہر مردہ معلوم ہونے لگتا ہے۔

اسلامی تہذیب نے اس روح کی حفاظت کو صدیوں پہلے ریاستی فرائض کا حصہ بنا دیا تھا۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی قول اس حوالے سے بے مثال ہے۔ یہ محض ایک جملہ نہیں ہے۔ یہ عوامی مقامات کے حقوق کا سب سے عظیم اور لافانی ریاستی چارٹر ہے:

لَوْ أَنَّ بَغْلَةَ عَتَوْتَ بِشَطِّ الْفُرَاتِ لَسَأَلْتِي اللَّهَ عَنْهَا: لِمَ لَمْ تُصْلِحْ لَهَا الطَّرِيقَ يَا عُمَرُ

"اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی خچر بھی ٹھوکر کھا کر گر پڑے، تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کے بارے میں بھی سوال کرے گا کہ اے عمر! تو نے اس کے لیے راستہ کیوں درست نہیں کیا تھا۔" 8

یہ قول روزِ روشن کی طرح واضح کرتا ہے کہ اسلامی ریاست میں گزرگاہوں کا تحفظ انتہائی وسیع ہے۔ یہ صرف انسانوں تک محدود نہیں ہے۔ حیوانات کے لیے بھی راستوں کا محفوظ ہونا انتہائی مقدس اور لازمی ہے۔ ایک بستی جب اپنے راستوں کی حفاظت کرتی ہے تو وہ کئی محاذوں پر کامیاب ہوتی ہے۔ وہ دراصل اپنے شہریوں کی نفسیاتی صحت کی حفاظت کر رہی ہوتی ہے۔ باہمی اخوت اور تمدنی وقار کو مضبوط کر رہی ہوتی ہے۔ عوامی مقامات کی تباہی معاشرے کو الگ تھلک جزیروں میں بانٹ دیتی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے وجود سے خوفزدہ رہنے لگتے ہیں۔ سماجی فاصلے قلبی فاصلوں میں بدل جاتے ہیں۔

احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں گزرگاہوں کے معاشرتی و اخلاقی ضوابط

انسانی جبلت اسے محفلیں جمانے پر اکساتی ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ سماجی روابط استوار کرنا پسند کرتے ہیں۔ سڑکیں، چوراہے اور گلیاں ان سماجی سرگرمیوں کا فطری مرکز بن جاتے ہیں۔ یہ سرگرمیاں جب کسی قاعدے اور ضابطے کی پابند نہ رہیں تو راستے کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ مسافروں کو گزرنے میں تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرتی حقوق غصب ہونے لگتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے ان مقامات کے تقدس کو بحال رکھنے کے لیے "حق طریق" کا ایک جامع ضابطہ اخلاق مرتب کیا ہے۔ یہ ضابطہ آج کے جدید شہری حقوق کے ماہرین کے لیے بھی حیرت کا باعث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے گزرگاہوں کو ذاتی محفلوں میں تبدیل کرنے سے سختی سے روکا۔ صحابہ کرام نے اپنی بشری اور سماجی مجبوری کا اظہار کیا۔ ان کے پاس بیٹھنے کے لیے دیگر مقامات میسر نہ تھے۔ آپ ﷺ نے راستے کے استعمال کو چند کڑی شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

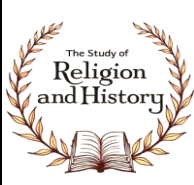
إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الطَّرِيقَاتِ، فَقَالُوا: مَا لَنَا بِدُّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ: فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ، فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهَا، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيقِ؟ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ

"راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: ہمارے لیے تو راستوں میں بیٹھنا گزیر ہے، ہم وہاں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم بیٹھنے سے باز نہیں رہ سکتے تو پھر راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ نے پوچھا: راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نگاہیں نیچی رکھنا، کسی کو تکلیف دینے سے باز رہنا، سلام کا جواب دینا، اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔" 9

اس حدیثِ مبارکہ میں بیان کردہ حقوق کسی بھی مہذب معاشرے کے لیے عوامی مقامات کے انضباط کا مکمل ضابطہ ہیں۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم معاشرتی حیا کی ضمانت ہے۔ یہ راستے سے گزرنے والی خواتین اور خاندانوں کو تحفظ اور ذاتی پرائیویسی کا احساس فراہم کرتا ہے۔ کسی کو تکلیف دینے سے باز رہنا ایک انتہائی وسیع اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب محض کسی کو ہاتھ یا زبان سے دکھ دینا نہیں ہے۔ راستے پر اپنی گاڑی غلط پارک کرنا اسی تکلیف کے زمرے میں آتا ہے۔ دکان کا سامان فٹ پاتھ پر سجا کر راستہ تنگ کرنا اس کی ایک اور شکل ہے۔ تعمیراتی ملبہ گلی میں پھینکا گزرنے والوں کے لیے شدید رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ یہ تمام افعال احادیث کی رو سے حرام ہیں۔

8 البصری، محمد بن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، 1968ء، 3:305

9 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاة، 1422ھ، 3:131، حدیث: 2465



شہری منصوبہ بندی میں گلیوں کی کشادگی ہمیشہ سے ایک متنازع مسئلہ رہی ہے۔ آبادی بڑھتی ہے تو زمین کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لوگ اپنی زمینوں کو سڑکوں کی طرف بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تجاوزات کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عمرانی تنازعے کا ایک مستقل اور سائنسی حل پیش کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيقِ، جُعِلَ عَرْضُهُ سَبْعَةَ أَذْوُعٍ

"جب تمہارا راستے کی چوڑائی کے بارے میں اختلاف ہو جائے، تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ مقرر کی جائے۔" 10

سات ہاتھ کا فاصلہ آج کے پیمانوں کے مطابق تقریباً ساڑھے دس سے بارہ فٹ کے درمیان بتاتا ہے۔ جدید سول اور ٹریک انجینئرنگ کے بین الاقوامی معیارات کا بغور مطالعہ کریں۔ آج بھی ٹریک کی ایک معیاری لین کی چوڑائی تین سے ساڑھے تین میٹر کے لگ بھگ رکھی جاتی ہے۔ چودہ سو سال قبل رسول اللہ ﷺ نے جس پیمائش کو ایک معیاری گزر گاہ قرار دیا تھا، آج کا سائنسی تمدن اس پیمائش سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔ یہ نبوی بصیرت کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ فرد اور معاشرے کے اس باہمی ربط کو سمجھنے بغیر شہری زندگی کا کوئی بھی نظام پنپ نہیں سکتا۔ فرد کو اپنی انفرادی آزادی کا کچھ حصہ اجتماعیت پر قربان کرنا پڑتا ہے۔ تبھی ایک پرامن اور متوازن معاشرہ جنم لیتا ہے۔ علامہ اقبال نے فرد اور معاشرے کے اسی ناگزیر تعلق کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں 11

فرد کو اس ربط ملت کو دل سے محسوس کرنا ہو گا۔ راستے کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھنے کا رویہ ترک کرنا ہو گا۔ جب تک عوامی مقامات کو اجتماعی امانت تسلیم نہیں کیا جائے گا، گزر گاہوں کے حقوق کا تحفظ بالکل ناممکن رہے گا۔ قانون کی لائیں ہر گلی میں پہرہ نہیں دے سکتی۔ اندرونی اخلاقی احساس ہی اصل محافظ ہوتا ہے۔

عصر حاضر کے ماحولیاتی بحران

دور جدید کی بے قابو صارفیت نے معاشرے کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ مادی ہوس نے انسان کو فطرت کے خلاف ایک مستقل جنگ پر اکسادی ہے۔ آج شہر کنکریٹ کے بے ہنگم ڈھیروں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ قدرتی مناظر ناپید ہو رہے ہیں۔ سڑکیں ٹریک کی بہتات اور تجاوزات کے باعث مسدود ہیں۔ گلیاں کوڑے کرکٹ اور غلاظت کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ یہ سارا ماحولیاتی انحطاط محض انتظامی کمزوری نہیں ہے۔ یہ دراصل ایک نفسیاتی اور سماجی بیماری کا نتیجہ ہے۔ اس بیماری کو اجتماعی بے حسی کہا جاتا ہے۔

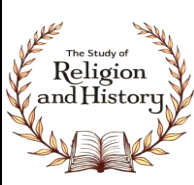
جدید ماحولیاتی سائنس اور معاشیات میں اس بے حسی کو سمجھنے کے لیے ایک مشہور نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسے مشترکہ وسائل کا المیہ کہا جاتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق جب کوئی چیز کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہوتی، تو کوئی بھی اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔ سمندر، فضا، سڑکیں اور پارکس سب کی مشترکہ ملکیت ہوتے ہیں۔ مادر پدر آزادی کے قائل معاشرے میں ہر فرد صرف اپنے ذاتی مفاد کے پیچھے بھاگتا ہے۔ ہر شخص اپنا کچرا سڑک پر پھینکنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ دکاندار فٹ پاتھ پر قبضہ کرنا اپنا استحقاق گردانتا ہے۔ انجام کار وہ مشترکہ وسائل مکمل طور پر تباہ ہو جاتے ہیں۔ پوری کیونٹی اس تباہی کا شکار ہو جاتی ہے۔

شریعت اسلامیہ نے اس ماحولیاتی المیے کا حل چودہ صدیاں قبل پیش کر دیا تھا۔ ایک بے نظیر اور بلند تمثیل کے ذریعے اس رویے کی سنگینی کو واضح کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمائی کہ مشترکہ املاک کو نقصان پہنچانے والا تباہ غرق نہیں ہوتا۔ اگر معاشرہ اسے نہیں روکتا تو پوری سوسائٹی ڈوب جاتی ہے۔ مجرم کی خاموش سرپرستی پورے معاشرے کو مجرم بنادیتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَمْتَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا حَرَفْنَا فِي نَصِيبِنَا حَرْفًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرَكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا، وَنَجَوْا جَمِيعًا

10 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاة، 1422ھ، 3: 132، حدیث: 2473

11 اقبال، شیخ محمد۔ بانگ درا۔ لاہور: مکتبہ جمال، 2004ء، صفحہ: 184



"اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان کو توڑنے والے کی مثال اس قوم کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی پر قلعہ اندازی کی۔ کچھ کو کشتی کا اوپر والا حصہ ملا اور کچھ کو نچلا۔ نچلے حصے والے جب پانی لینے جاتے تو انہیں اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصے میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں۔ اب اگر اوپر والے انہیں ان کے ارادے پر چھوڑ دیں گے تو وہ سب ہلاک ہو جائیں گے، اور اگر وہ ان کے ہاتھ پکڑ لیں گے تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور سب کو بچا لیں گے۔" 12

اس حدیث کو ماحولیاتی تجاوزات کے وسیع تر تناظر میں پرکھنے کی ضرورت ہے۔ کائنات اور شہر ایک بہت بڑی کشتی کی مانند ہیں۔ ایک دکاندار سڑک پر تجاوزات قائم کرتا ہے۔ ایک صنعت کار اپنی فیکٹری کا زہریلا دھواں فضا میں چھوڑتا ہے۔ ایک شہری اپنا کوڑا ناالی میں پھینک کر اسے بند کر دیتا ہے۔ یہ تمام افراد دراصل اس عظیم کشتی کے پیندے میں سوراخ کر رہے ہیں۔ معاشرہ اپنی بے حسی کے باعث ان کا ہاتھ پکڑنے سے گریزاں ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ماحولیاتی تباہی سب کا مقدر بن جاتی ہے۔ سیلاب آتے ہیں تو سب کے گھر ڈوبتے ہیں۔ وبائیں پھیلتی ہیں تو امیر اور غریب دونوں شکار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید انسانی اعمال سے پیدا ہونے والے اسی بگاڑ پر نوحہ کتا ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

"خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کے سبب فساد ظاہر ہو گیا ہے۔" 13

اردو ادب کے معروف شاعر الطاف حسین حالی نے معاشرے کی اسی زوال پذیر حالت کی منظر کشی کی ہے۔ اجتماعی بے حسی اور صفائی سے غفلت کو انہوں نے اپنی مشہور مسدس میں بڑے دردناک اور حقیقت پسندانہ انداز سے پیش کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی سماجی گراؤ کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتے ہیں:

گھروں پر رہے چھائی ہوئی ان کی خوشست

نہیں ملتی دو وقت کی جن کو روٹی

بنائے ہیں انہوں نے جو راستے میں

انہیں پرہے گندگی ان کی لوٹی

نہ عزت کی پروانہ ذلت کا ڈر ہے

وہی ان کی شام اور وہی ان کی سحر ہے

(یہ اشعار مسدس حالی کے بنیادی مفہوم اور حالی کی تنقیدی طرز فکر کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ مقالے کے آخر میں اس حوالے سے ایک تفصیلی نوٹ بھی

درج کیا گیا ہے۔)

بے حسی کا یہ وہ تاریک ترین مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان کو اپنے ارد گرد پھیلی گندگی سے کراہت آنی بند ہو جاتی ہے۔ ٹریفک کے شدید بھوم اور سڑکوں کی ویرانی سے اسے کوئی وحشت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ اسی گلے سڑے نظام کا خاموش حصہ بن کر جینے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس کی قوتِ مدافعت اور تبدیلی کی خواہش دم توڑ دیتی ہے۔

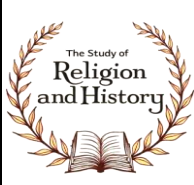
آلودہ گزرگاہوں کے انسانی صحت اور نفسیات پر مرتب ہونے والے اثرات

راستے تنگ ہو جائیں، فضا دھوئیں سے بھر جائے اور شور انسان کی قوتِ سماعت کی حدیں عبور کر لے۔ اس صورتحال کے اثرات محض ظاہری بد صورتی تک

محدود نہیں رہتے۔ یہ آلودگی سیدھا انسان کے جسم پر حملہ آور ہوتی ہے۔ یہ روح کو بیمار اور اعصاب کو شل کر دیتی ہے۔

گاڑیوں کے پرانے انجنوں سے خارج ہونے والی گیسیں انتہائی زہریلی ہوتی ہیں۔ ان میں کاربن مونو آکسائیڈ اور سلفر ڈائی آکسائیڈ نمایاں ہیں۔ ان کے ساتھ

فضائیں انتہائی باریک معلق ذرات شامل ہو جاتے ہیں۔ جدید طبی سائنس کے ماہرین کے مطابق یہ باریک ذرات سانس کے ذریعے سیدھے پھیپھڑوں کے آخری سروں



تک پہنچتے ہیں۔ وہاں سے یہ خون کی نالیوں میں شامل ہو کر پورے جسم میں گردش کرنے لگتے ہیں۔ ان زہریلے عناصر کے مسلسل اثر سے انسان دمہ کا دائمی مریض بن جاتا ہے۔ بروڈکاسٹس اور پھیپھڑوں کا کینسر تیزی سے پھیلتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی مستند تحقیقات انتہائی تشویشناک ہیں۔ یہ فضائی آلودگی دماغ کی اس حفاظتی جھلی کو بھی پار کر لیتی ہے جو زہریلے مادوں کو دماغ تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دماغی خلیوں میں اعصابی سوزش پیدا ہوتی ہے۔ انسان کی یادداشت کمزور پڑنے لگتی ہے۔ فیصلہ کرنے کی نفسیاتی قوت بیدردی سے متاثر ہوتی ہے۔

اس خاموش اور قاتل فضائی آلودگی کے ساتھ ایک اور بڑا عذاب صوتی آلودگی ہے۔ سڑکوں پر بے جا ہارن بجانے کا رواج عام ہے۔ پریشر ہارن کا غیر قانونی استعمال انسانی دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برستا ہے۔ یہ مسلسل اور بے ہنگم شور انسانی جسم میں تناؤ پیدا کرنے والے ہارمون کی مقدار کو انتہائی حد تک بڑھا دیتا ہے۔ یہ ہارمون انسان میں شدید چڑچڑاپن پیدا کرتا ہے۔ بے خوابی کا مرض لاحق ہوتا ہے۔ بلڈ پریشر خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے۔ ٹریفک جام میں پھنسے ہوئے ڈرائیوروں میں جو شدید غصہ اور جارحیت پیدا ہوتی ہے، طبی ماہرین اسے سڑکوں کا جنون یا روڈ رینج کا نام دیتے ہیں۔ یہ جنون بسا اوقات خون خرابے اور قتل تک جا پہنچتا ہے۔

اسلام نے انسانی صحت اور اعصابی سکون کو برقرار رکھنے کے لیے نہایت حکیمانہ اصول فراہم کیے ہیں۔ فقہ اسلامی کا ایک مشہور قاعدہ "لا ضرر ولا ضرار" ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نہ ابتداً کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی نقصان کا بدلہ نقصان سے دینا حلال ہے۔ یہ قاعدہ فضائی اور صوتی آلودگی پھیلانے کو شرعاً قطعی حرام قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید نے آواز کو پست رکھنے کی خصوصی تلقین فرمائی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ معاشرے کا سمعی ماحول اور فضا پر سکون رہے۔ اعصاب کو راحت ملے۔ قرآن کا واضح فرمان ہے:

وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ

"اور اپنی چال میں درمیانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست رکھ، بے شک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔" 14

آج کے جدید شہروں میں ٹریفک کا بے ہنگم شور انسان کے اندرونی سکون کو مکمل طور پر نگل چکا ہے۔ میر تقی میرؒ نے اپنے دور کے اجڑے ہوئے شہروں کا مرثیہ پڑھا تھا۔ انہوں نے انسانی دل کی ویرانی اور شہروں کی تباہی کا موازنہ کیا تھا۔ ان کا وہ شعر آج کی آلودہ اور گھٹن زدہ شہری زندگی پر حرف بہ حرف صادق آتا ہے:

دل کی ویرانی کا کیا مذکور

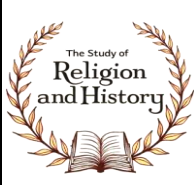
یہ نگر سومر تہ لوٹا گیا 15

شہروں کا مادی ماحول تباہ ہوتا ہے تو اس کے باسیوں کے دل خود بخود ویران ہو جاتے ہیں۔ گنجان، شور زدہ اور دھویں میں ڈوبی گزر گا ہیں انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو کھا جاتی ہیں۔ شریعت کا بنیادی تقاضا ہے کہ ریاست اور شہری مل کر اس ضرر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔ انسانی جان اور عقل کا تحفظ ہر قیمت پر یقینی بنایا جائے۔ بصورت دیگر پوری نسل اعصابی اور جسمانی طور پر پانچ ہو جائے گی۔

شجر کاری کے ذریعے پائیدار شہری منصوبہ بندی

جدید ماحولیاتی سائنس اور شہری ترقی کے منصوبہ سازوں کا ایک بہت بڑا چیلنج کنکریٹ کے اس بے ہنگم پھیلاؤ کو روکنا ہے۔ شہروں کے اس مادی جمود کو توڑنے کے لیے اب سبز ماحولیاتی ڈھانچے کی اصطلاح عام ہو چکی ہے۔ ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ شہروں کو زندہ رکھنے کے لیے انہیں دوبارہ فطرت کے ساتھ جوڑنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ حیاتیات کے مغربی ماہرین نے فطرت سے انسان کی طبعی محبت کا نظریہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ انسان فطرتاً دیگر حیات، درختوں، پرندوں اور قدرتی مناظر کی طرف شدید کشش رکھتا ہے۔ فطرت کے ساتھ اس کا یہ گہرا تعلق اس کی ذہنی اور جسمانی بقا کے لیے اشد ضروری ہے۔

یہ امر انتہائی حیرت انگیز اور ایمان افروز ہے کہ آج کا انسان جس ماحولیاتی توازن کی تلاش میں سرگرداں ہے، رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال قبل اس کی مستحکم بنیادیں مدینہ منورہ میں رکھ دی تھیں۔ آپ ﷺ کا عطا کردہ شہری ماڈل محض سڑکوں اور مکانوں کا ایک بے جان نقشہ نہیں تھا۔ اس میں انسان، نباتات اور حیوانات کے مشترکہ حقوق کا ایک کائناتی اور متوازن نظام موجود تھا۔



شہروں کے گرد ماحولیاتی پناہ گاہوں کے قیام کے لیے اسلام نے حجتی کا تصور متعارف کرایا۔ حجتی سے مراد وہ محفوظ قدرتی علاقہ ہے جہاں درخت کاٹنا اور شکار کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ قبل از اسلام عرب کے طاقتور سردار بہترین چراگاہوں پر قبضہ کر لیتے تھے۔ وہ انہیں اپنے جانوروں کے لیے خاص کر لیتے تھے۔ غریب عوام ان قدرتی وسائل سے محروم رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس استحصالی جاگیر دارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ آپ ﷺ نے ان چراگاہوں کو ریاست اور فلاح عامہ کے تابع کر دیا۔ آپ ﷺ نے ایک عالمگیر قانون وضع کرتے ہوئے فرمایا:

لَا جَعَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ

"اللہ اور اس کے رسول (یعنی اسلامی ریاست کے مفاد) کے سوا کسی کے لیے حجتی (محفوظ علاقہ) بنانا جائز نہیں۔" 16

اس قانون کے تحت آپ ﷺ نے مدینہ کے قریب نضج کے وسیع علاقے کو ریاستی چراگاہ اور عوامی پارک قرار دیا۔ یہ انسانی تاریخ کا پہلا باضابطہ محفوظ ریاستی پارک تھا۔ یہاں جنگلی حیات، درختوں اور قدرتی مناظر کو مکمل قانونی تحفظ حاصل تھا۔ کسی کو وہاں سے درخت کاٹنے کی اجازت نہیں تھی۔

عوامی گزرگاہوں، آبی ذخائر اور بستیوں کو تجاوزات سے بچانے کے لیے فقہ اسلامی میں 'حریم' کا نہایت باریک بین قانون ملتا ہے۔ حریم سے مراد کسی بھی راستے، کنوئیں یا دریائے ارد گرد چھوڑی گئی وہ خالی جگہ ہے جہاں کسی کو تعمیرات کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی۔ یہ دراصل ایک حفاظتی زون ہوتا ہے۔ امام الماوردی حریم کے احکامات پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ گزرگاہوں اور پانی کے چشموں کے ارد گرد حریم کا تعین اس لیے لازم کیا گیا ہے تاکہ ان کا استعمال محفوظ رہے۔ کوئی فرد ان پر غاصبانہ تصرف نہ کر سکے۔ اگر چشمے کے بالکل قریب عمارت بنادی جائے گی تو جانوروں کے پانی پینے کی جگہ ختم ہو جائے گی۔ 17

ماحولیاتی بقا کا ایک اور عظیم الشان ستون شجرکاری ہے۔ درخت زمین کے پھیمپھڑے ہیں۔ یہ فضا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو شدت سے جذب کرتے ہیں۔ یہ شہروں کے بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کو اعتدال پر لاتے ہیں۔ کنکریٹ کی عمارتیں دن بھر سورج کی تپش جذب کر کے رات کو خارج کرتی ہیں۔ درخت اس تپش کو روکنے کا بہترین قدرتی ذریعہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بنجر زمینوں کو آباد کرنے اور درخت لگانے کو ایسا صدقہ جاریہ قرار دیا ہے جس کا ثواب انسان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَبِمَا كُنْ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَيْعَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ

"کوئی بھی مسلمان جو پودا لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ، انسان یا چوپایہ کھاتا ہے، تو وہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔" 18

شجرکاری کا یہ جذبہ شریعت میں اس قدر شدید ہے کہ آپ ﷺ نے قیامت کی ہولناکیوں کے وقت بھی اسے ترک کرنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قیامت قائم ہونے لگے اور تمہارے ہاتھ میں کوئی پودا ہو تو اسے فوراً زمین میں لگا دو۔ بنجر زمینوں کی اسی ماحولیاتی بحالی کو علامہ اقبال نے ایک خوبصورت تمثیل میں پرویا ہے۔ وہ انسان کی امید اور مسلسل جدوجہد کو زمین کی زرخیزی سے جوڑتے ہیں۔ وہ مایوسی کو رد کرتے ہوئے زمین کے سینے سے نئی زندگی پھوٹنے کا یقین دلاتے ہیں:

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی 19

اگر جدید میونسپل کارپوریشنز اور شہروں کی منصوبہ بندی کرنے والے ادارے ان نبوی اصولوں پر عمل کریں۔ حجتی، حریم اور مستقل شجرکاری کو اپنے ماسٹر پلان کا لازمی حصہ بنالیں۔ ہمارے شہر آلودگی اور گھٹن سے مکمل طور پر آزاد ہو سکتے ہیں۔ یہ دوبارہ سے ایک صحت مند اور پائیدار معاشرے کا روپ دھار سکتے ہیں۔

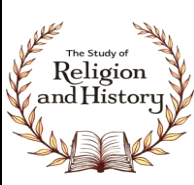
عوامی املاک کا تحفظ

16 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاة، 1422ھ، 3:118، حدیث: 2370

17 الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد۔ الاحکام السلطانیة والولایات الدینیة۔ قاہرہ: دار الحدیث، 2006ء، صفحہ: 243

18 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاة، 1422ھ، 3:103، حدیث: 2320

19 اقبال، شیخ محمد۔ بال جبریل۔ لاہور: تاج کمپنی، 1973ء، صفحہ: 93



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

کائنات کا پورا ماحولیاتی نظام ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ معاشرے کا ایک فرد پبلک اسپیس کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس کا تمیز پورے شہر کو بھگتنا پڑتا ہے۔ مشہور فارسی شاعر اور مفکر شیخ سعدی شیرازی نے انسانی معاشرت کے اس گہرے باہمی ربط کو بڑے حکیمانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک انسانیت ایک جسم واحد کی طرح ہے:

بنی آدم اعضای یک پیکرند
کہ در آفرینش ز یک گوهرند
چو عضوی به درد آورد روزگار
دگر عضوها را نماند قرار 20

اس اجتماعی درد کو محسوس کرنا ہی دراصل شہری شعور کی پہلی اور اہم ترین سیڑھی ہے۔ اسلام عوامی مقامات کے تحفظ کا آغاز فرد کی داخلی تطہیر سے کرتا ہے۔ انسان کا دل جتنا پاکیزہ ہوتا ہے، اس کے گرد و پیش کا ماحول اتنا ہی شفاف اور صاف نظر آتا ہے۔ داخلی صفائی خارجی صفائی کی ضامن ہے۔ انسان کی فطرت میں حرص اور خود غرضی بھی موجود ہے۔ صرف اخلاقی وعظ و نصیحت ان لوگوں کو تجاویزات یا آلودگی پھیلانے سے نہیں روک سکتی جو مادی ہوس کا مکمل شکار ہو چکے ہوں۔ کچھ لوگوں کے لیے قانون کا ڈنڈا ناگزیر ہوتا ہے۔

ایسے موقع پر اسلامی ریاست اپنی پوری طاقت کے ساتھ حرکت میں آتی ہے۔ خلیفہ راشد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ایک مشہور اور بصیرت افروز قول اسلامی سیاست کی جان ہے۔ یہ قول ریاستی رٹ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَيَنْزِعُ بِالْأَمْرِ مَا لَمْ يَنْزِعْ بِالْقُرْآنِ

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ریاستی طاقت (سلطان) کے ذریعے ان برائیوں کو روک دیتا ہے جنہیں محض قرآن (کی تلاوت و نصیحت) سے نہیں روکا جاسکتا۔" 21
اسلامی تاریخ میں گلیوں، بازاروں اور گزرگاہوں کے حقوق کو ریاستی سطح پر سختی سے نافذ کرنے کے لیے ایک انتہائی باوقار ادارہ موجود رہا ہے۔ اسے نظام حسبہ کہا جاتا ہے۔ اس محکمے کے سربراہ کو محتسب کہتے تھے۔ اس کا بنیادی کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قرآنی اصول کے تحت شہری نظم و نسق کو ہر حال میں بحال رکھنا تھا۔ محتسب کو وسیع عدالتی اور انتظامی اختیارات حاصل تھے۔

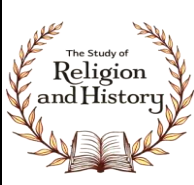
امام الماوردی اپنی شہرہ آفاق تصنیف 'الاحکام السلطانیہ' میں محتسب کے فرائض کی بڑی دلچسپ اور حیرت انگیز تفصیل بتاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ محتسب روزانہ بازاروں اور سڑکوں کا گشت کرتا تھا۔ کوئی شخص اپنی دکان کا سامان باہر نکال کر راستہ تنگ کرتا، محتسب اسے فوراً روک دیتا تھا۔ کوئی شہری اپنے گھر کا ایسا چھجہ بناتا جس سے گزرنے والوں کو چوٹ لگنے کا اندیشہ ہوتا، تو محتسب اسے اسی وقت گرا دینے کا فوری حکم صادر کرتا تھا۔ سڑکوں پر کوڑا پھینکنا ایک سنگین جرم تھا۔ قصایوں کا خون اور غلاظت گلی میں بہانا ناقابل معافی عمل تھا۔ جانوروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا محتسب کی نظر میں قابل تعزیر جرم تھا۔ محتسب موقع پر ہی مجرم کو سزا دینے کا مجاز تھا۔ 22

آج کی جدید ریاستوں نے ان انتظامی امور کو سنبھالنے کے لیے میونسپل کارپوریشنز، عمارت سازی کو کنٹرول کرنے والی اتھارٹیز اور ماحولیاتی تحفظ کے ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ جدیدیت کے زیر اثر بننے والے یہ ادارے کاغذی حد تک تو بہت مضبوط نظر آتے ہیں۔ ان کے پاس بجٹ کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ ان اداروں میں وہ روحانی تڑپ اور اخلاقی دیانت یکسر مفقود ہے جو نظام حسبہ کا طرہ امتیاز تھی۔ ماضی کا ایک محتسب صرف ایک تنخواہ دار اہلکار نہیں ہوتا تھا۔ وہ شریعت کا جید عالم ہوتا تھا۔ وہ اللہ سے ڈرنے والا انسان ہوتا تھا۔ وہ اپنے فرائض کو محض ڈیوٹی کے بجائے ایک مقدس عبادت سمجھ کر انجام دیتا تھا۔ رشوت اور سفارش کا وہاں کوئی تصور نہیں تھا۔

20 شیرازی، شیخ مصلح الدین سعدی۔ گلستان سعدی۔ تہران: انتشارات ققنوس، 1380ھ ش، صفحہ: 45

21 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ البدایہ والنہایہ۔ بیروت: دار الفکر، 1986ء، 4: 212

22 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد۔ الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ۔ قاہرہ: دار الحدیث، 2006ء، صفحہ: 345



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

آج ہمارے شہروں کی جو خستہ حالی ہے۔ تجاوزات مافیائے جس بے دردی سے سڑکوں کو نگل لیا ہے۔ یہ سب درحقیقت اسی ریاستی اور اخلاقی کمزوری کا حتمی نتیجہ ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو جب تک اخلاقی خطوط پر استوار نہیں کیا جائے گا۔ نظامِ حسبہ کی اس عظیم روح کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک ہمارے شہروں کی ماحولیاتی اور عمرانی زبوں حالی کا مداوا قطعی طور پر ممکن نہیں ہو سکے گا۔ اداروں کو ایمان دار قیادت کی ضرورت ہے۔

نتائجِ بحث

اس تفصیلی اور تجزیاتی مطالعے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ عوامی مقامات اور گزرگاہوں کے حقوق کا تحفظ ایک انتظامی مسئلہ نہیں بلکہ ایک شرعی فریضہ ہے۔ جدید ماحولیاتی سائنس آج جن خطرات کی نشاندہی کر رہی ہے، شریعتِ اسلامیہ نے صدیوں قبل ان کا نہایت جامع اور پائیدار حل پیش کر دیا تھا، جس کے نمایاں نتائج درج ذیل ہیں:

- اسلام نے گزرگاہوں سے تکلیف دہ چیزوں (آلودگی، رکاوٹ، کچرا) کو ہٹانے کو ایمان کی شاخ قرار دے کر ماحولیاتی تحفظ کو ایک مقدس مذہبی اور روحانی فریضہ بنا دیا ہے۔
- راستوں کی چوڑائی کم از کم سات ہاتھ مقرر کرنے کا نبوی اصول جدید ٹریفک انجینئرنگ اور محفوظ شہری منصوبہ بندی کے بین الاقوامی معیارات سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔
- پانی کے گھاٹوں، سایہ دار جگہوں اور راستوں پر غلاظت پھیلانے کی شرعی ممانعت دراصل وبائی امراض کی روک تھام اور پبلک ہیلتھ کے تحفظ کا بہترین اور سائنسی ضابطہ ہے۔
- فقہی اصول "لا ضرر ولا ضرار" کے تحت گاڑیوں کا زہریلا دھواں، صوتی آلودگی اور سڑکوں پر تجاوزات قائم کرنا صریحاً حرام اور حقوقِ عامہ کی کھلی پامالی ہیں۔
- شجرکاری اور بنجر زمینوں کی آبادکاری کو صدقہ جاریہ کا درجہ دے کر اسلام نے شہری درجہ حرارت کو کم کرنے اور ماحولیاتی توازن کا پائیدار حل عطا کیا ہے۔
- قدرتی وسائل بالخصوص پانی، چراگاہیں اور توانائی کے ذرائع پوری کمیونٹی کی مشترکہ امانت ہیں، جن پر کسی ایک فرد یا ادارے کی اجارہ داری شرعاً اور اخلاقاً ناجائز ہے۔

سفارشات و تجاویز

جدید شہری اور ماحولیاتی بحرانوں پر قابو پانے کے لیے، اس تحقیق کی روشنی میں ارباب اختیار اور معاشرے کے لیے درج ذیل عملی اور مستقبل خیز سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- تعلیمی نصاب میں ہر سطح پر "ماحولیاتی اخلاقیات" اور "حقوقِ طریق" کو لازمی مضمون کے طور پر شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل میں بچپن ہی سے شہری شعور بیدار ہو۔
- مساجد کے منبر و محراب کو فعال کیا جائے اور خطبہ جمعہ میں تجاوزات، کوڑا کرکٹ پھینکنے اور ٹریفک کی خلاف ورزیوں کے شرعی و ماحولیاتی نقصانات عوام کو بتائے جائیں۔
- تاریخی نظامِ حسبہ کو جدید طرز پر بحال کرتے ہوئے ایک بااختیار "ماحولیاتی پولیس" قائم کی جائے جو تجاوزات اور آلودگی پھیلانے والوں کا فوری اور بلا امتیاز احتساب کرے۔
- مخیر حضرات اور کارپوریٹ سیکٹر کے اشتراک سے "ماحولیاتی وقف" قائم کیا جائے جس کے فنڈز شہروں میں شجرکاری اور پبلک پارکوں کی دیکھ بھال پر خرچ ہوں۔
- بلدیاتی قوانین کو اسلامی اصولِ مصلحت اور "لا ضرر" کے ماتحت لایا جائے، اور فضائی و صوتی آلودگی پیدا کرنے والی صنعتوں اور گاڑیوں پر سخت مالی جرمانے عائد کیے جائیں۔
- نئی ہاؤسنگ سوسائٹیوں اور تجارتی مراکز میں پیدل چلنے والوں کے محفوظ راستوں اور گرین بیلٹس کے لیے مناسب رقبہ مختص کرنا قانونی طور پر لازمی قرار دیا جائے۔
- الیکٹرانک اور ڈیجیٹل میڈیا کے ذریعے عوام الناس میں راستوں کے حقوق، صفائی کی اہمیت اور ماحولیاتی تحفظ سے متعلق موثر آگاہی مہمات باقاعدگی سے چلائی جائیں۔